ہمارا معاشرہ

اور

چند اجتماعی نفسیاتی وبائیں !

(نعیم صدیقی)

(۲)

اس مضمون کا آغاز گذشتہ اشاعت کے اشارات میں کیا گیا تھا لیکن اب کی اشارات میں ایک دوسرا مسئلہ چھیڑنے کی ضرورت پیش آگئی ہے، لہذا اس مضمون کو مقالات کی صف میں شریک کیا گیا ہے۔

(ادارہ)

بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جن کے جذباتِ حمیتِ دین اتنا وسیع ظرف نہیں رکھتے کہ نتائج کے رونما ہونے کا وقت آنے تک صبر کے ساتھ مسلسل محنت کرتے چلے جائیں، بلکہ جب ان کی خواہش کے مطابق نتائج جلد رونما نہیں ہوتے، عوام کی زندگیاں سرعت سے نہیں بدلتیں، اقتدار ہدایت کو قبول نہیں کرتا تو یہ دل برداشتہ ہونے لگتے ہیں کہ شائد حق کا غلبہ ممکن نہیں ہے۔

ان حضرات کی نگاہ میں اگر اسلام و جاہلیت کی کشمکش کی تاریخ پھی ہوں تو انہیں اندازہ ہو کہ اسلام کی جنت کرۂ ارضی پر آراستہ کرنا کسی شعبدہ بازی سے ممکن نہیں بلکہ یہ کام ایک لمبی محنت کا محتاج ہے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۲۳ سال کی محنت ایک صالح مستقبل کی تعمیر میں صرف کی ہے تب کہیں جا کے تاریخ کو ایک دورِ سعادت حاصل ہوا ہے۔ یہاں حکم یہ ہے کہ "عمرِ نوح" دعوت الی اللہ میں کھپا دی جائے، چاہے بظاہر احوال قرنوں کی جدوجہد کے بعد خدا کا سپاہی نتائج کے متعلق یہی دردناک رپورٹ پیش کرنے پر مجبور ہو کہ :-

رب انی دعوت قومی ليلاً ونهاراً فلم يزدهم دعاءی الا فراراً و انی كلما دعوتهم لتغفر لهم جعلوا اصابعهم فی آذانهم واستغشوا ثيابهم واصروا واستكبروا استكباراً ٥ (سورۂ نوح)

اے میرے رب! میں نے رات دن اپنی قوم کو پکارا، لیکن میری پکار سے ان کا گریز بڑھتا ہی گیا! اور میں نے جب جب بھی ان کو اس غرض سے بلایا کہ آپ انکی مغفرت فرمائیں تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اوپر سے کپڑے لپیٹ لئے، پھر ہٹ سے کام لیا، اور اکڑ بازی دکھائی ـــــ انتہا درجے کی اکڑ بازی!

یہ وہ مہم ہے جسے عیسیٰ علیہ السلام شروع کرتے ہیں لیکن ان کی زندگی گذر جاتی ہے اور مہم سر نہیں ہوتی، بلکہ ان کا شروع کیا ہوا کام محمد صلے اللہ علیہ وسلم پورا فرماتے ہیں۔

اللہ نے انسانی تاریخ کے انقلابات کے جو قوانین اور طریقہ ہائے کار ٹھہرا رکھے ہیں ان میں جلد بازی کی کوئی گنجائش نہیں، بلکہ وہ کسان کے سے صبر کے متقاضی ہیں۔ سورۂ معارج میں انہیں قوانین کی ایک حقیقت یوں بیان کی گئی ہے:۔

سأل سائل بعذاب واقع ليس للكفرين له دافع من الله ذی المعارج تعرج الملٰئكة والروح فی يوم كان مقداره خمسين الف سنة فاصبر صبراً جميلاً ٥

ایک مطالبہ کرنے والے نے ٹوٹ پڑنے والے عذاب کا مطالبہ کیا! (حالانکہ) اس کشی کرنے والوں کے پاس کوئی اسے ٹال سکنے والا نہیں ہے ـ اس اللہ کی جانب سے جو ارتقائی منازل کا مالک ہے! (دنیا کا انتظام چلانیوالے ملائکہ اور ارواح (احکام اور فیصلے لینے کے لئے) اس کی طرف زینہ بزینہ صعود کرتے رہتے ہیں، ایک ایسے لمبے دن میں جس کی مقدار (انسانی جنتریوں کے لحاظ سے) پچاس ہزار سال کی ہے!

پس اے نبی صلعم ! صبر کرنے کے بہترین طریق سے صبر کیجئے !

انھم یرونہ بعیدًا ونرٰہ قریبًا ۔ یہ لوگ عذاب آلہٰی کو بہت دُور پاتے ہیں۔ لیکن ہم اسے بالکل قریب دیکھتے ہیں !

نبی صلعم اور آپ کے صحابہ جب دعوتِ حق دیتے ہوئے ایک عذاب کے انجام سے کفّار کو ڈراتے تھے ۔ تو وہ ان جانبازانِ حق کی بظاہر (نعوذ باللہ) حقیر سی قوت کا مذاق اڑاتے تھے ۔ اور ان کے ذہن میں یہ بات سماتی ہی نہ تھی ۔ کہ یہ چند آدمی قوم کی کایا پلٹ سکتے ہیں ۔ اور ان کی وجہ سے ہم پر اللہ کی طرف سے خود ان کے ہاتھوں عذاب آسکتا ہے ۔ چنانچہ مخالفین حق ان کو چیلنج کرتے تھے کہ دیکھو ہم ڈٹ کے حق کا انکار کر رہے ہیں پس کیوں نہیں تم عذاب لے آتے ! اس طرح طنز و تعریض سے جانبازانِ حق کے جذبات پر بھی گہرا اثر پڑتا تھا ۔ خود نبی صلعم کا دل بھی دکھتا تھا کہ یہ خدا کے احکام کو ٹھکرانے والے اور آیاتِ آلہٰی کا مذاق اڑانے والے زمین پر اقتدار جمائے کیوں دندناتے پھرتے ہیں ! ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے حق کے سپاہیوں کو یقین دلایا کہ تبدیلی مقدّر ہے ، پانسہ پلٹ کے رہیگا ، اقتدار اہلِ حق ہی کو ملے گا اور منکرین پر لازمًا عذاب آ کے رہیگا لیکن اس انقلاب کے لئے ہمارے قوانین ایک خاص تدریج سے کام کرتے ہیں ' لہٰذا صبر سے کام لو ہمت ہارنے کی کوئی وجہ نہیں ۔ یہ صبر جس کا مطالبہ کیا جا رہا ہے ' اس کے بغیر کسی تبدیلی کا عَلم اٹھانا درست نہیں ہے ، کجا کہ اسلامی انقلاب کا نعرہ بلند کیا جائے !

اسی سلسلے میں دوسری جگہ فرمایا کہ :

ولکل امۃ اجلٌ ! فاذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون ! ہر گروہ کے لئے (اس کے احوال و اعمال کے لحاظ سے مہلت کار کے خاتمے کی) ایک گھڑی معین ہے پس جب وہ گھڑی آجاتی ہے تو نہ وہ اس سے ایک لمحہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں ، نہ ایک لمحہ آگے بڑھ سکتے ہیں !

یعنی ہر قوم، ہر جماعت، حکومت، وزارت کے احوال و اعمال کے لحاظ سے اللہ کے ہاں ایک خاص حد تک مہلت کار معین کی جاتی ہے۔ اور اس کو اصلاح و ترقی کے لئے قانونِ امہال کے تحت باقاعدہ موقعہ دیا جاتا ہے۔ جب تک یہ مہلت کار اور موقعِ اصلاح ختم نہ ہو جائے نئی طاقتوں کو پورے صبر کے ساتھ تبدیلی کی تکمیل کی جدوجہد جاری رکھنی ہوتی ہے لیکن جب یہ مہلت اور موقعہ ختم ہو جائے تو پھر اس میں اضافہ کرنا کسی کے بس میں نہیں!

حق و باطل کی کشمکش کا فیصلہ کرنا دراصل دنیا کی برسرِ اقتدار طاقتوں کے ہاتھ میں نہیں ہے، بلکہ خود اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ یہ حقیقت جن لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتی ہے، وہ اپنی مساعی کی کامیابی کے بارے میں شبہات اور ان کے نتائج کے ظہور کے بارے میں مایوسی میں مبتلا ہو جایا کرتے ہیں۔ مکہ کے داعیانِ حق کے گروہ میں جن لوگوں کے اندر اس قسم کے اثرات وقتی طور پر ابھر آیا کرتے تھے، ان کی تسلی کے لئے قرآن نے نبی صلعم کی زبان سے یہ کہلوایا کہ:

قل انی علیٰ بینۃٍ من	ان سے کہدیجئے کہ میں تو اپنے رب کی طرف سے
ربّی وکذبتم بہ ط	اتاری ہوئی دلیل (دلیلِ حق) پر قائم ہوں، اور
مآ عندِی تستعجلون	تم نے اسے جھٹلایا! میرے بس میں وہ (عذاب) نہیں ہے
بہ ط ان الحکم الا	جس کے لئے تم شور مچا رہے ہو! اس کے بارے
للہ ط یقص الحق وھو	میں حکم دینا اللہ کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں ہے
خیر الفاصلین ۝	وہ حق کو واضح کرتا ہے۔ اور وہ بہترین فیصلہ کرنے
(پ ۷ ع ۱۳)	والا ہے!

وہ لوگ جو اپنے رب کی طرف سے نازل ہونے والے قطعی اور یقینی دلائل پر اپنی سرگرمیوں کی بنیاد رکھ رہے ہوں، ان کو ہر لحظہ یہ یقین رکھنا چاہیئے کہ فیصلہ بہرحال اللہ کے اختیار میں ہے۔ اور وہ ”خیر الفاصلین“ ہے۔ اور اس نے اپنی تعریف میں خود کہا ہے کہ ”ھو یقضی بالحق“ یعنی وہ عدل کے ساتھ حساب چکاتا ہے! وہ مساعی کو نہ تو رائگاں جانے دینے والا ہے، نہ ان کے نتائج کے ظہور کے

ٹھیک وقت آجانے پر کسی طرح کی تاخیر کرنے والا ہے۔ یہ حقیقت نگاہوں کے سامنے رہے تو نہ بے صبری پیدا ہو سکتی ہے، نہ مایوسی!

مکہ میں جب کشمکش شدید تھی اور آزمائشوں کی بھٹی گرم تھی اور حق کا داعی اعظم (صلعم) اس بات پر کڑھ رہا تھا کہ جن کی وہ خیر خواہی میں سرگرداں ہے، وہی اس کے دشمن ہو کھڑے ہوئے ہیں تو اس وقت اسے مایوسی کی طرف مائل ہونے سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یوں خطاب کیا:

قد نعلم انه ليحزنك	ہم جان چکے ہیں کہ اے نبی صلعم آپکو وہ یاوہ گوئی
الذی يقولون فانهم	جو یہ (انکار کرنے والے) لوگ کرتے ہیں دُکھ دیتی
لا يكذبونك ولكن	ہے۔ سو یہ یقین کیجیے کہ یہ آپ کو نہیں جھٹلاتے۔
الظلمين بايت الله يجحدون ○	بلکہ یہ ظالم تو خود خدا کی آیات سے انکار کرتے ہیں!
ولقد كذبت رسل	اور (یہ معاملہ آپ ہی کو نہیں پیش آیا) آپ سے
من قبلك فصبروا على	پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا جا چکا ہے۔ اور پھر ان کو
ما كذبوا واوذوا حتى	دُکھ دیئے گئے، لیکن انہوں نے اس روش (پر
اتهم نصرنا ج ولا مبدل	صبر کیا جس کے ذریعے انہیں جھٹلایا گیا تھا
لكلمت الله !	یہاں تک کہ ہماری مدد ان کو پہنچ گئی! اور اللہ کے
ولقد جاءك من	اٹل قوانین کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے!
نباءی المرسلين ○ و	اور اس تصریح کے باوجود اگر ان لوگوں کا اعراض
ان كان كبر عليك	تمہارے لئے ناقابل برداشت ہوگیا ہے۔ تو پھر
اعراضهم فان استطعت	(سوچ لو) کہ اگر تم زمین میں کوئی سرنگ کھود کر یا
ان تبتغي نفقا في الارض او	آسمان پر سیڑھی لگا کر کوئی (فیصلہ کن) "آیت"
سلما في السماء فتاتيهم	لا سکتے ہو۔ تو لا دو!
باية - ولو شاء الله لجمعهم على	خود اللہ نے اگر چاہا ہوتا۔ تو وہ ان کو "الهدى"

الهدى فلا تكونن من الجٰهلين ○ پر جمع کر دیتا بس جذباتی نہ ہو!

نبی صلعم اور آپ کے رفقا کو متنبہ کیا گیا کہ لوگوں کے حق کو جھٹلانے اور اہل حق کو ایذا دینے کے ردّیے پر کڑھنا بیکار ہے اور غلبۂ حق میں دیر ہوتے دیکھ کر گھبرانے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ یہ حالات ہمیشہ داعیان حق کو پیش آئے ہیں۔ سبھی کو جھٹلانے والوں نے جھٹلایا، اور دکھ دینے والوں نے دکھ دیا ہے۔ لیکن اس ساری کشمکش کے لئے کچھ خدائی ضوابط ہیں جو ہر دور میں اپنا کام برابر ایک ہی نہج سے کرتے ہیں۔ اور ان کے تحت آخر کار معیّنہ نتائج نکل کے رہتے ہیں۔ لیکن اگر تم ان قوانین ــــ كلمٰت الله ــــ کے تقاضوں کو نظر انداز کر کے جلد بازی چاہتے ہو اور گھبراہٹ اور مایوسی میں پڑتے ہو تو پھر اگر جلدی سے کچھ کر دکھانا تمہارے بس میں ہو تو اپنی سی کر دیکھو۔ زمین میں سرنگ نکال کر کوئی فیصلہ کن آیت کھود لاؤ یا آسمانوں میں سیڑھی لگا کر کوئی ہتھیار اتار لاؤ! ظاہر ہے کہ تم قوانین الٰہی سے بے نیاز ہو کر کچھ کر نہیں سکتے۔ لہٰذا کڑھنے اور بد دل ہونے کے بجائے صبر سے کام کرنیکا جو سیدھا طریقہ ہے اس کو اختیار کرو اور محنت کرتے جاؤ!

پھر یہ بھی واضح کر دیا کہ:

فذكر انما انت مذكر ! پس آپ انکو حق کی یاد دہانی کرایئے، آپ صرف

لست عليهم بمصيطر حق کی یاد دہانی کرانیوالے ہیں، ان پر اصلاح

کے داروغے نہیں بنائے گئے!

یعنی تحریکِ حق کے سپاہیوں کا کام اصلاح کی جدّ و جہد ہے، نتائج کی ذمّہ داری ان پر نہیں! وہ دعوت دینے کے ذمہ دار ہیں، لوگوں کے قلوب کو عملاً کسی جبر سے بدلنا ان کے سپرد نہیں کیا گیا! ان کا فرض انقلاب کی کوشش ہے، لیکن انقلاب کو عالم واقعہ میں برپا کر کے تکمیل تک پہنچانے کا تعلق ان سے نہیں، خود اللہ سے ہے۔

دین کے جو خادم اپنی ذمہ داری کی حدود سے آگے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی ذمّہ داریوں پر بھی ہاتھ ڈالنا چاہتے ہیں، ان کو پہلے قدم ہی پہ مایوسی آگھیرتی ہے۔ اور وہ بد دلی کے ساتھ ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہتے ہیں

کہ بس اب کچھ نہیں ہو سکتا!

دعوتِ حق اور تحریکِ اسلامی کے کارکنوں کا کام بالکل ایک کسان کا سا ہوتا ہے۔ ایک مدّت کھیتی کو تیار کرنے پر صرف ہوتی ہے، پھر اسے سینچنا ہوتا ہے، پھر اس میں بیج ڈالنا ہوتا ہے، پھر اس کے گرد باڑ کھڑی کرنی ہوتی ہے، پھر اس کی نلائی اور گوڑی کرنی ہوتی ہے، اور پھر صبر سے اس "اجلِ مسمّٰی" کا انتظار کرنا ہوتا ہے جبکہ وہ اپنا حاصل دے۔ اگر کسان بے صبرا ہوا اور ہل جوتنے کے ساتھ ہی زمین سے مطالبہ کرے کہ لا فصل دے، یا بیج ڈالنے کے ساتھ ہی اس سے معاوضۂ محنت طلب کرے تو زمین اسے یوسی و نامرادی کے سوا اور کچھ نہ دے سکے گی! ایسے ہی اقامتِ دین کی جدّوجہد کرنیوالوں کو انسانی تمدّن و سیاست کی کھیتی پر لمبے صبر کے ساتھ محنت کرنی ہوتی ہے اور نتائج کے لئے اجلِ مسمّٰی کا انتظار پورے سکون سے کرنا پڑتا ہے، تب کہیں جاکے کچھ حاصل پلّے پڑتا ہے۔ ورنہ اگر بے صبری کا یہ عالم ہو کہ ادھر آپ بیج ڈال کے فارغ ہوئے، ادھر آپ بورے خرجیاں لے کے پہنچ گئے کہ بس اب پھلوں اور غلّے کو گھر پہنچانا ہے تو ظاہر بات ہے کہ پھلوں اور غلّے کا تو کیا سوال وہاں تو کھیتی میں کوئی کونپل بھی پھوٹتی ہوئی نظر نہ آئے گی۔ ایسا بے صبر کسان بد دل اور مایوس ہی تو ہوگا! بے صبروں کے لئے موزوں پیشہ کاشتکاری نہیں، بلکہ بھیک مانگنا ہوتا ہے کہ اِدھر سوال کیا اور اُدھر کسی خدا ترس سے پکی پکائی روٹی مل گئی!

اللہ نے تحریکِ حق کے کارکنوں کے لئے صبر سے محنت کرنے کو لازم ٹھہرایا ہے۔ اس مطالبے کو پورا کئے بغیر اگر آپ دن میں ہزار مرتبہ بھی اس بات کے لئے دعائیں کریں کہ غیر اسلامی نظام کا غلبہ ختم ہو اور اسلامی نظام غالب ہو جائے تو ایسی دعائیں موجبِ ثواب سہی ـــ لیکن انقلابِ حق کے برپا کرنے میں یہ بالکل لاحاصل رہیں گی! ایسی دعاؤں میں جان اسی وقت آسکتی ہے کہ جب "تواصی بالحق" کے فریضے کو "تواصی بالصبر" کے ساتھ کوئی منظّم جماعت انجام دے رہی ہو!

پس آپ حضرات اللہ کے قوانین کا طریق کار اگر ذہن نشین کر لیں تو پھر آپ مایوسی کے نرغے سے نکل سکتے ہیں، ورنہ اگر آپ نے کلمۃ اللہ کے مفہوم کو پیشِ نظر نہ رکھا اور ان کے تقاضے پورے نہ کئے تو آپ خود تو قنوطیت کا شکار رہیں گے ہی، نہ جانے اور کتنے حوصلہ مند افراد کے دل توڑ

کے اس دنیا سے رخصت ہونگے، اور اس طرح اندیشہ ہے کہ آپ غلبۂ دین کی حمایت کے بجائے ایک طرح سے "صد عن سبیل اللہ" کے مجرم قرار پا جائیں۔ وقت ہے کہ آپ اپنے طرزِ فکر کو بدل لیں اور اپنے دلوں میں امید اور یقین کے بیج بوئیں!

تھڑدلے مایوسین کا دوسرا طبقہ ان لوگوں پر مشتمل ہے۔ جو مشکلات کو دیکھ کر ہول کھا جاتے ہیں۔ یہ لوگ بھی صدق دل سے حق کے حامی ہیں، لیکن ان کا حال یہ ہے کہ جب تحریکِ حق کا قدم آگے بڑھتا ہے تو ان کے حوصلوں میں کچھ کچھ جان آنے لگتی ہے۔ اور چاہتے ہیں کہ کاروانِ اسلام میں بڑھ کے جا شامل ہوں۔ ابھی یہ آگے بڑھنے کے لئے پر تول ہی رہے ہوتے ہیں کہ تحریکِ حق کی کوئی نہ کوئی مشکل ان کے سامنے آجاتی ہے بس مشکل سامنے آئی اور ان کے حوصلوں پر اوس پڑ گئی۔ یہی لوگ ہیں جن سے یہ فقرے سننے میں آتے ہیں کہ:

"حق تو یہی ہے، مگر لوگ اسے مانتے نہیں"

"تحریک ٹھیک ہے لیکن اسے کوئی چلنے کب دیتا ہے"

"اسلامی نظام ہمہ تن سعادت ہے، مگر اس کے مخالفین سخت رکاوٹیں ڈال رہے ہیں!"

——— وغیرہ! اور ان فقرات کے پیچھے دنیا کی تاریک ترین ناامیدی جھلک رہی ہوتی ہے۔ ان حضرات کو اس وادی کے نشیب و فراز سے آگاہی ہے نہیں جس میں سے ہو کے اقامت دین کی شاہراہ نکلتی ہے۔ یہ منزل گاہِ حق کی طرف تیز رفتاری سے دوڑنے پر تیار ہیں، بشرطیکہ ان کو یہ یقین دلا دیا جائے کہ سارے راستے میں قالین بچھے ہوئے ہیں، کارواں سرائیں بنی ہوئی ہیں، اور سبیلیں لگی ہوئی ہیں۔ بخلاف اس کے اگر ان کو یہ خبر ہو جائے کہ راستے میں کانٹے بھی آتے ہیں، جھاڑیاں بھی ہیں، چٹانیں اور کھائیاں بھی ہیں، بلندیاں اور پستیاں بھی ہیں، پیچ اور خم بھی ہیں تو پھر یہ ایک لمبی سانس لے کے بیٹھ جاتے ہیں۔ اور اپنے نماز روزہ اور ذکر و تسبیح میں یا کاروبار اور بیوی بچوں سے دلچسپی لینے میں لگ جاتے ہیں۔

صدیوں سے جامد مسلمانی میں پڑے پڑے ان کے ذہنوں نے دین کا وہ تصور ہی گم کر دیا ہے جس کا

نشۂ مشکلات سے ٹکر لینے کا ولولہ پیدا کرتا ہے۔

ان کو معلوم نہیں کہ جو شخص بھی مسلم بنتا ہے، اس کو اوّل قدم پر یہ انتباہ دیا جاتا ہے، کہ :-

احسب الناس ان یترکوا	کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ اس پر چھوڑ دیئے
ان یقولوا آمنا وھم لا	جائیں گے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے —
یفتنون؟ ولقد فتنا	اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟ حالانکہ ہم نے ان سے پہلے
الذین من قبلھم فلیعلمن	کے لوگوں کی آزمائش کی ہے!
اللہ الذین صدقوا و	پس اللہ ضرور ان لوگوں کو بھی جانے گا جو اپنے ایمان کے
لیعلمن الکٰذبین	دعویٰ میں صادق ہیں۔ اور وہ لازماً ان لوگوں کو بھی
	جانے گا جو اپنے ایمان کے دعوے میں جھوٹے
	ہیں!

کوئی تحریکِ اصلاح و انقلاب ایسی نہیں ایجاد ہو سکی — چاہے وہ اسلامی ہو یا غیر اسلامی — جو "آزمائش" کی وادیوں سے باہر باہر ہی سے اپنا راستہ نکال کر کامیابی کی منزل پر پہنچ جائے۔ خاص طور پر تحریک حق کو تو بہت ہی خطرناک گھاٹیوں سے گذرنا پڑتا ہے اور جب کہیں "اسلامی نظام" کے دروازے پر دستک دینے کی نوبت آتی ہے۔

اس حقیقت کو نہ جاننے والے لوگ جب یہ دیکھتے ہیں کہ اقامتِ دین کی جدّوجہد کرنے پر غدّاری کے خطابات بھی ملا کرتے ہیں، تخریب و انتشار پیدا کرنے کے الزام بھی لگا کرتے ہیں، پکڑ دھکڑ بھی ہوتی ہے، نگرانی بھی کی جاتی ہے، جھوٹے پروپیگنڈے سے پریشان بھی کیا جاتا ہے، مخالفانہ سازشیں بھی کی جاتی ہیں، گالیاں بھی دی جاتی ہیں، تو ان کے دل بجھ جاتے ہیں۔ ان کو اس بات میں شبہ ہو جاتا ہے کہ ایسی مخالفتوں اور ایسی رکاوٹوں کے ہوتے ہوئے بھی دینِ حق کا بول بالا ہو سکتا ہے۔ یہ شبہ فطرتاً مایوسی پر منتج ہوتا ہے۔ مخالفتیں کم ہو جاتی ہیں تو یہ شبہ بھی دور ہونے لگتا ہے اور امید اکس آتی ہے، اور مخالفتیں بڑھتی ہیں تو یہ شبہ بھی پھر ابھر آتا ہے اور ا

کے ساتھ ساتھ قنوطیّت طبائع پر مستولی ہونے لگتی ہے۔

"مردانِ کار" کی فطرت دوسری ہوتی ہے، ان کو مقصد کی راہ میں جتنی جتنی مشکلات حائل نظر آتی ہیں، اتنا ہی اتنا ان کا عزم اور ولولہ ترقی کرتا ہے اور ان کی غیرت وحمیّت بیدار تر ہوتی جاتی ہے لیکن تھڑدلے حضرات کا حال اس کے برعکس ہوتا ہے۔ کہ مشکلات کم ہوں تو ان کی ہمّت بڑھتی ہے، مشکلات زیادہ ہوں تو ان میں مایوسی اور بد دلی پیدا ہو جاتی ہے۔

مریضانِ یاس کی اس صنف میں دین کے حق ہونے اور خیر و فلاح ہونے میں کوئی تذبذب نہیں پایا جاتا، نہ ان میں نفاق کا وہ مادہ موجود ہے جس کی وجہ سے آدمی اپنی نفع پرستی اور آرام پسندی کی خاطر جان بوجھ کر دین کے مطالباتِ ایثار و فداکاری سے جی چُراتا ہے، بلکہ اس کے خلاف یہ حضرات اپنے گرد و پیش کی مشکلات کو دیکھ کر دین کے پنپنے کے امکان سے مایوس ہیں۔

درحقیقت اقامتِ دین کی عالمگیر تاریخ کے ابواب تفصیل کے ساتھ ان کے سامنے نہیں ہیں، ورنہ ان کو اندازہ ہوتا کہ تحریکِ حق پہلے جن مشکلات کا مقابلہ کر کے فاتح بنتی رہی ہے، ان کے مقابلے میں آج کے حالات شائد بہت ہلکے اور قابلِ برداشت ہیں۔

کاش ان کو اس بات ہی کا اندازہ ہوتا کہ نبی صلعم اور آپ کے صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کن منازل سے ہو کے گذرے ہیں؟ آپ کے ساتھی جب مکّہ میں پٹ رہے ہوتے تھے اور تپتی ریت پر لٹائے جا رہے ہوتے تھے تو بظاہر احوال کیا وہ اس کا تصوّر بھی کر سکتے تھے کہ ایک دن سارے عرب کا انتظام ان کے ہاتھوں میں ہوگا؟ آپ سوچیے کہ نبی صلعم جس دن طائف میں پتھر کھا رہے تھے اور جس دن آپ خانہ بدر ہو کر حرا میں پناہ گزین تھے اور جس دن مدینہ کے باہر تین سو تیرہ رفقاء کے ساتھ ایک فیصلہ کن بازی کھیلنے جا رہے تھے کیا اس وقت ظاہری مشکلات کا حساب کرنے والوں کے نقطۂ نظر سے اس کا کچھ بھی امکان نظر آتا تھا کہ یہ مشکلات میں گھرا ہوا انسان نہ صرف یہ کہ مکّہ میں فاتح بن کر داخل ہونے والا ہے، بلکہ روم و عجم کی سلطنتوں کی باگ ڈور بھی اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں میں آنے والی ہے؟

لیکن اس "انقلابی" کو اللہ کے قوانین و سنن پر اور اس کے وعدوں پر پورا پورا بھروسہ تھا۔ اور وہ اوّل روز

سے ہی یہ جانتا تھا کہ مشکلات کے طوفان کتنے ہی اُٹھیں تحریکِ حق کے لئے نامرادی کی کوئی وجہ نہیں ! چنانچہ اس نے شدید مشکلات میں گھر کر بھی پورے اطمینان سے حق کے زریں مستقبل پر نگاہیں جما کر مخالفین حق کو چیلنج کرتے ہوئے کہا تھا کہ :

فانتظروا انی معکم من المنتظرین!	پس آنے والے حالات کا تم بھی انتظار کرو۔ اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں

اس کے سامنے اپنے اللہ کے متعلق یہ یقینی حقیقت تھی کہ :

انہ لا یفلح المجرمین	وہ مجرمین کو کبھی فلاح و کامرانی نہیں دیتا۔

اور اسے اس پر بھی بھروسہ تھا کہ :

والعاقبۃ للمتقین	اور (حق و باطل کی کشمکش میں) انجام کار (کا غلبہ) اہل تقوےٰ کے لئے ہے !

ان حقیقتوں کو نہ جاننے کی وجہ سے مشکلات سے گھبرا کر موسےٰ علیہ السلام کے پیروؤں پر بھی مایوسی کا دورہ پڑا تھا۔ اور انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے شکایت کی تھی جس کا بیان اس آیت میں ہے :-

قالوا اوذینا من قبل ان تاتینا ومن بعد ما جئتنا ط	انہوں نے کہا کہ ہم کو تمہارے آنے سے پہلے بھی ستایا گیا ہے اور تمہارے آنے کے بعد بھی (ستایا جا رہا ہے)

موسیٰ علیہ السلام نے اس کا جواب یوں دیا کہ :

قال عسےٰ ربکم ان یھلک عدوکم ویستخلفکم فے الارض فینظر کیف تعملون ہ	موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ وہ وقت دور نہیں کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو تباہ کر دے اور تم کو زمین میں اپنا نائب قرار دے اور پھر دیکھے تم (اقتدار پا کر) کیا روش اختیار کرتے ہو !

اس جواب سے صاف ظاہر ہے کہ موسےٰ علیہ السلام مشکلات کے طوفان کو عبور کرتے ہوئے ساحلِ مراد

کو دیکھ رہے تھے کہ وہ سامنے ہے اور اپنے ساتھیوں کی نگاہوں کو بھی انہوں نے اس پر جمانے کی کوشش کی۔ اس قسم کے لوگ جو مخلص ہو کر مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے قنوطیت کا شکار ہوتے ہیں، اپنے مرض کے لئے بہترین علاج سورۂ آل عمران کی ذیل کی آیات میں پائینگے :-

ولا تهنوا ولا تحزنوا	اور نہ ڈھیلے پڑو اور نہ ملول ہو، اور (یقین رکھو کہ)
وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين	تم ہی غالب رہو گے بشرطیکہ تم سچے مسلمان ہوئے!
ان يمسسكم قرح فقد مس	اگر تمہیں (راہ حق میں) کوئی زخم لگا ہے تو تم سے پہلے
القوم قرح مثله وتلك	لوگ بھی (ایسے) زخم کھا چکے ہیں۔ اور ہم سلسلۂ
الايام نداولها بين الناس	ایام کو لوگوں کے سامنے گھماتے رہتے ہیں۔ اور (یہ)
وليعلم الله الذين امنوا و	اس لئے کہ اللہ جان لے کہ تم میں سے سچے مومن
يتخذ منكم شهداء والله	کون ہیں اور تم میں سے بعض کو "شھداء" منتخب
لا يحب الظلمين ۝ وليمحص	کر لے! ــــ اور (جان لو کہ) اللہ ظالموں کو
الله الذين امنوا ويمحق	پسند نہیں کرتا۔ اور پھر یہ (حالات کی آزمائش)
الكفرين ۝ ام حسبتم	اس لئے ہے کہ اللہ ایمان والوں کو نکھارے
ان تدخلوا الجنة و	اور انکار کرنیوالوں کو محو کر دے۔ کیا تم نے یہ سمجھ
لما يعلم الله الذين	رکھا ہے کہ تم یونہی (جنت میں جا پہنچو گے حالانکہ
جاهدوا منكم و	اللہ نے ابھی جانچ کے دیکھا ہی نہیں کہ کون تم میں
يعلم الصبرين ۝	سے جدّ و جہد کرنے والے ہیں اور (یہ ضروری ہے کہ)
	وہ جانچ کے دیکھے کہ جم کے رہنے والے کون ہیں!

وكاين من نبي قتل معه	کتنے ہی نبی تھے جن کے ساتھ ہو کے خدا کے بہتیرے طلبگاروں
ربيون كثير فما وهنوا	نے جنگ کی، پھر وہ اللہ کی راہ میں پیش آنے والی
لما اصابهم في سبيل الله و	مشکلات سے نہ گھبرائے نہ سست پڑے اور نہ دبے

ماضعفوا وما استکانوا واللہ یحب الصبرین ○ گئے۔ اور اللہ ڈٹ جانے والوں کو پسند کرتا ہے۔

ان آیات میں یہ یقین دلایا گیا ہے کہ اگر تحریک حق کے تقاضائے جہاد کو پورا کرنے میں کوتاہی نہ کی جائے اور کارکنان حق میں ایمان صادق موجود ہو تو پھر آخری غلبہ ان کا ہے۔ دوسری طرف یہ واضح کر دیا گیا کہ جنت کو جانے والی راہ بہرحال آزمائش کی وادیوں سے ہو کے نکلے گی اور جو لوگ ان وادیوں سے بالا بالا اپنا راستہ نکالیں، ان کو جنت پر نگاہیں مرتکز رکھنے کا کوئی حق نہیں۔ ساتھ کے ساتھ اس بات سے روکا گیا کہ مسلمان وہن ضعف اور قنوطیت کا شکار ہونے لگیں اور حالات کی ذرا ذرا سی تلخی پر جی چھوٹ جائیں۔

ان آیات کو ہمارے "تھڑدلے" اسلام پسند حضرات کو تعویذ بنا کے رکھنا چاہیئے توقع ہے کہ ان سے ان کے حوصلے بلند ہو سکیں گے۔

علاوہ بریں اللہ کے یہ وعدے جن کی تلاوت بے سمجھے بوجھے کی جاتی ہے، اسلام کے خدمتگزاروں کے لئے جذبہ انگیز ہیں اور یہ یقین و عزم کی روشنی سے دلوں کو منور کر سکتے ہیں، لہٰذا ان کو سمجھ بوجھ کے پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے:-

(۱) کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی، ان اللہ قوی عزیز ○ اللہ نے (یہ فیصلہ) لکھ رکھا ہے کہ لازماً میں اور میرے رسول (اپنے مخالفین پر) غالب ہو کے رہیں گے! بلاشبہ اللہ قوت اور غلبے والا ہے!

(۲) حقا علینا نصر المومنین ○ ہم پر یہ حق آتا ہے کہ ہم (حق و باطل کی کشمکش میں) اہل ایمان کی امداد کریں!

(۳) ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملٰئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے۔ اور پھر (اس قول پر) جم جاتے ہیں، ان پر ہماری طرف سے فرشتے (یہ پیغام لے کر) اترتے ہیں، کہ نہ کسی طرح کا خوف کرو، نہ ملال، اور بشارت لو اس جنت کی جس کا

توعدون ۔ نحن اولیاء کم فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ الخ	تمہیں وعدہ دیا گیا ہے ہم خود دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت کی زندگی میں تمہارے کارساز ہیں!
وقال اللہ انی معکم لئن اقمتم الصلوۃ واتیتم الزکوۃ وامنتم برسلی وعزرتموھم واقرضتم اللہ قرضا حسنا	اور اللہ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ میں تمہارے ساتھ ہونگا بشرطیکہ تم نے نماز کو قائم کیا، زکوٰۃ دینے کا اہتمام کیا، میرے رسولوں (اور ان کے مشن) پر ایمان لاتے رہے، اور ان کو جہاد حق میں غالب کرنے کی کوشش کی، اور (اقامت دین کیلئے) اللہ کو (جان و مال کی قربانیوں کی صورت میں) قرض حسنہ دیا!

یہ وہ وعدہ ہائے حق ہیں جن سے اگر نگاہیں ہٹ جائیں تو آدمی بزدل، مایوس اور نامراد ہو کے رہ جاتا ہے، لیکن اگر اللہ کے ان وعدوں پر توجہ رہے، ان پر بھروسہ رہے تو پھر امید و یقین کے چراغ سینوں میں روشن رہتے ہیں اور قلت و کثرت تعداد و وسائل سے آدمی ایمان و کفر کی کشمکش کے انجام کا حساب نہیں لگاتا! ہمارے بھڑ دلے قنوطیوں کو ان وعدوں پر اعتماد قائم کرنے کی فکر کرنی چاہیئے!

ان کوتاہ ظرف حضرات کا تیسرا طبقہ ایک اور مرض میں مبتلا ہے۔ وہ یہ کہ جب اس طبقے کو ایک مخالف قوت برسر اقتدار نظر آتی ہے اور خدا کے پیدا کئے ہوئے بیشمار وسائل و اسباب اس کے قبضے میں نظر آتے ہیں اور جب یہ ان وسائل و اسباب کو حق کی مزاحمت اور باطل کے غلبے کے لئے پے در پے استعمال ہوتا ہوا دیکھتا ہے۔ اور جب برسر اقتدار قوت کی چلت پھرت اسے مرعوب کرتی ہے تو اس کے ذہن میں یہ اثر ابھرتا ہے کہ بس جو غلط کار لوگ ایک مرتبہ غالب ہو گئے ہیں غلبہ و اقتدار کی اجارہ داری ہمیشہ کے لئے ان کے حصے میں آ گئی ہے۔ اس طبقے کے لوگ یہ تصور کرنے سے قاصر ہیں کہ جو تخت ایک مرتبہ بچھ چکا ہے وہ کسی طرح الٹا جا سکتا ہے۔

یہ بیماری پہلے زمانوں میں پائی گئی ہے۔ پہلے بھی "قوماً جبا دین" کا رعب قلوب انسانی پر اسی طرح اثر ڈال چکا ہے۔

جب فرعون اور اس کے درباریوں نے بنی اسرائیل پر ظلم وستم توڑنے کی اسکیم طے کی تھی اور یہ ثابت کرنے پر تل گئے تھے کہ:

انا فوقھم قاھرون! ہم ان کے اوپر پورا پورا تسلط رکھتے ہیں۔

تو بنی اسرائیل میں سے اہل ایمان بھی فرعون کے اس عملی دعوے سے مرعوب ہوئے تھے۔ اس موقعہ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو یقین دلانے کی کوشش کی کہ فرعون اور اس کی حکومت سب خود اللہ کے تسلّط میں گھرے ہیں اور زمین پر دعوائے قاہری کرنے والوں کی حیثیت خدا کے سامنے کٹھ پتلیوں سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ یہ بادشاہ اور وزیر مشیت ربانی کی شطرنج کے شاہ و وزیر ہیں اور بس! چنانچہ موسےٰ علیہ السلام کے اس قول میں یقین وعزم کو جلا دینے والا جوہر ایک بڑی مقدار میں شامل ہے:۔

استعینوا باللہ واصبروا ج اللہ سے مدد طلب کرو اور جمے رہو! یقیناً یہ زمین ان الارض للہ یورثھا من اللہ کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا یشاء من عبادہ ط والعاقبۃ ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے۔ اور یہ یقین رکھو للمتقین! کہ کفر وایمان کی کشمکش میں آخری کامیابی اہل تقوے کے لئے ہے!

اللہ کا یہ قانون اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ جب کچھ لوگ حق کو لے کر اٹھ کھڑے ہوں، اس پر جم جائیں اور آزمائشوں کے لمحوں میں اللہ سے استعانت چاہیں، ان شرائط کو پورا کرتے ہوئے جو خود اس کی طرف سے مقرر ہیں تو پھر لازماً آخر کار فتح انہیں کی ہوتی ہے؛ اور وراثتِ ارضی ان کو ہی دی جاتی ہے، چاہے بظاہر احوال مقابلہ کرنے والی فاسد قوت کا ٹھاٹھ باٹھ کتنا ہی مستحکم اور اٹل محسوس ہوتا ہو۔

یہ سنت اللہ اتنی اٹل ہے کہ اس کے ریلے میں بڑی بڑی قومیں، بڑی بڑی سلطنتیں اور بڑے بڑے

کبر و استکبار کے دعوے، محل اور قصور، باغات اور چمن، لشکر اور اسلحہ بہ جاتے ہیں! یہ قانون ایسا بے پناہ قانون ہے کہ قلت کے ہاتھوں سے کثرت کو اور بے سرو سامانی کے ہاتھوں سے سروسامان کو شکست دلوا دیتا ہے۔ اس قانون کے تحت جب انقلاب آتے ہیں تو ایسے ایسے عجیب وغریب طریقوں سے آتے ہیں کہ پیشتر سے اُن کے آنے کے راستے کا کوئی اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ ان کی آمد "من حیث لا یحتسب" کی حقیقت کے مطابق ہوتی ہے۔ یہ قانون ایک بے پناہ قوت ہے جس نے بارہا تمدنِ انسانی کو زیروزبر کر دیا ہے، جس نے نیچے کے طبقوں کو اوپر اور اوپر کے طبقوں کو نیچے پہنچا دیا ہے، جس نے مظلومی کو اختیار دے دیا ہے۔ اور جبّاری کو عاجزی کے مقام پر پہنچا دیا ہے۔ اس قانون سے جس کی نگاہ ہٹی ہوئی ہو وہ اسلام کے مورچے کا سپاہی بن کر کبھی نہیں لڑ سکتا۔

یہی قانون ہمارے نظر دیدہ مایوسوں کے ایک طبقے کی نگاہ سے اوجھل ہے اور اسی وجہ سے وہ وقت کے اقتدار سے مرعوب ہو کر آناً فاناً اپنے آپ کو مایوسی کے حوالے کر رہا ہے۔

ان لوگوں کی سمجھ میں یہ بات آ ہی نہیں سکتی کہ کسی ایسی طاقت کو شکست دینا ممکن ہے جو حکمران ہو، جس کے پاس روپیہ ہو، جو جاگیریں رکھتی ہو، جو اچھا کھاتی ہو اور اچھا پہنتی ہو، جس کے پاس ریڈیو ہو، جس کے قبضے میں پریس ہو، جس کے ساتھ ہزارہا زرخرید نقیب ہوں، جس کے گرد قصیدہ خوانوں کا ایک ہجوم ہو، جس کے لئے راستوں میں فرش بچھتے ہوں، جس کے حضور میں سپاس نامے پڑھے جاتے ہوں، جس کے استقبال کئے جاتے ہوں، جس کی خواہش قانون و عدالت کی باگ دوڑ سنبھالے ہوئے ہو، جس نے پروپیگنڈے کے طوفان اٹھا رکھے ہوں ——— خصوصاً اس صورت میں کہ ایسی برسرِ اقتدار قوت کو چیلنج کرنے والوں کی تعداد کم ہو، ان کے پاس سرمایہ کم ہو، ان کے پاس ذرائع و وسائل کم ہوں، اور ان کو طرح طرح کی مشکلات درپیش ہوں، چنانچہ یہ لوگ اپنے ذہن کی ترازو میں دونوں طرف کی قوتوں کو تولتے ہیں اور مادیت کے باٹوں سے تولتے ہیں تو انہیں دونوں کے وزن میں بہت بڑا فرق محسوس ہوتا ہے، تو جذبۂ اسلام دوستی رکھنے کے باوجود ان کے سینے یک دھک سے رہ جاتے ہیں، اور یہ ٹھنڈی سانسیں بھرنے کے سوا اور کچھ کرنے کی ہمت کھو بیٹھتے ہیں!

حالانکہ اقتدار کی امانت کو مشیّت اپنے جس قانون کے تحت ایک طاقت سے دوسری طاقت کی طرف منتقل کرتی ہے، وہ افراد کی تعداد اور مادی وسائل کی مقدار کے حساب سے نافذ نہیں ہوتا، بلکہ اس کا نفاذ کچھ دوسرے امور کو ملحوظ رکھ کر کیا جاتا ہے۔

دنیا کا کوئی اقتدار بھی ہو، اسے جو لوگ آنکھوں کے سامنے کام کرتا دیکھتے ہیں، ان کو وہ ہمیشہ اٹل ہی محسوس ہوتا ہے۔ اور ان کی سمجھ میں یہ بات آ ہی نہیں سکتی۔ کہ اس میں کدھر سے کوئی رخنہ ہے جس میں سے انقلاب اپنا راستہ نکالے گا۔ لیکن مشیّت الٰہی جب انقلاب لانے کے حق میں ہو جاتی ہے تو اقتدار کے قلعوں میں ہر طرف رخنے ہی رخنے نظر آنے لگتے ہیں۔ پھر جب واقعہ ہو چکتا ہے تو ہر ایک کی سمجھ میں یہ بات آ جاتی ہے۔ کہ یہ یوں ہُوا!

انقلابات کے پیچیدہ قوانین کے طریقِ کار کا صحیح علم تو خود قانون سازِ عالم ہی کو ہے، اور وُہی دراصل مختارِ مطلق ہے جو نظاموں کو زیر و زبر کرتا ہے۔ چنانچہ اسی کا ارشاد ہے کہ:۔

اولم یسیروا فی الارض	کیا یہ لوگ گھومتے نہیں زمین میں۔ کہ دیکھیں ان
فینظروا کیف کان عاقبۃ	سے پہلے کے (دشمنانِ حق) کا انجام کیا ہُوا؟
الذین کانوا من قبلھم ط	حالانکہ وہ قوت و اقتدار میں ان سے بڑھے ہوئے
کانوا اشد منھم قوۃ و اثارا	تھے۔ اور زمین میں انہوں نے زیادہ آثار چھوڑے
فی الارض فاخذھم اللہ	ہیں! پس اللہ نے ان کو ان کے جرائم پر پکڑ لیا
بذنوبھم وما کان لھم من اللہ	اور پھر ان کو اللہ کی گرفت سے بچانے والا
من واق ٥ (المؤمن)	کوئی نہ تھا!

یہ آیت ایک طرف ان لوگوں کے استکبار کی تردید کرتی ہے جو اپنی قوت کو بڑا پائدار سمجھتے تھے اور دوسری طرف ان اہلِ ایمان کے یقین و عزم کو بیدار کرتی ہے جو مخالفین کے تمکن سے دل ہی دل میں ہول کھاتے اور اس تمکن کے خاتمے کے امکان سے مایوس تھے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے سخت مایوس کن حالات میں نبی صلعم کی زبان سے اہلِ ایمان کو یہ درس دلوایا کہ:

قل اللّٰھم مالک الملک توتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر ۔ تولج اللیل فی النہار وتولج النہار فی اللیل وتخرج الحی من المیت وتخرج المیت من الحی وترزق من تشاء بغیر حساب ○

کہو کہ اے اللہ! اے سلطنت کے مالک! تو ہی جسے چاہے ملک عطا کرے اور جس سے چاہے ملک چھین لے، اور تو جسے چاہے غلبہ دے اور جسے چاہے پست کر دے — تو رات کو دن میں پروتا ہے اور دن کو رات میں پروتا ہے۔ اور تو مردے سے زندے کو نکالتا ہے اور زندے سے مردے کو نکالتا ہے۔ اور تو جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

یعنی انسانی تاریخ کے سارے انقلابات کی باگ ڈور خود اللہ کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ وہ اپنے قوانین کے مطابق ادھر سے سلطنت چھینتا ہے، ادھر سونپتا ہے، ایک طرف عزت و غلبہ عطا کر رہا ہوتا ہے، دوسری طرف سے عزت و غلبہ کے عطیے واپس لے رہا ہوتا ہے۔ ابھی رات میں سے دن کو نکال دکھاتا ہے، ابھی دن میں سے رات کو برآمد کر لیتا ہے، وہ اپنی حکمت کے تحت زندہ طاقتوں کو موت بھی دیتا ہے اور مردہ قوتوں کا احیا بھی کرتا ہے — وہ اپنے خزائنِ رزق میں سے فرد یا گروہ پر بے حساب بارانِ رحمت کرتا ہے اور جس کا حصہ چاہتا ہے سکیڑ دیتا ہے۔

یہ آیت نبی صلعم کے رفقاء کو مشکل ترین مراحل میں سے گذرتے ہوئے بشارت دینے آئی تھی اور اس میں درحقیقت آنے والے انقلاب کی صبح کے ظہور کا مژدہ پنہاں تھا۔ اس نے اہل ایمان کو یہ اشارہ دیا کہ اللہ تعالیٰ مقررہ وقت کے آتے ہی جب سلطنت کی باگ ڈور نا اہلوں سے چھین کر تم کو دینے پر آئیگا تو ان لوگوں کی طاقتیں اس کے فیصلے میں حائل نہ ہو سکیں گی، وہ جب تمہارے غلبے کے لئے اور تمہارے مخالفین کی ذلت کے لئے حکم صادر کر دیگا تو اس حکم کو تلواروں اور نیزوں کی کثرت نہ ٹال سکے گی، اور جب زندہ اقتداروں کے لئے موت کا پیغام ہوگا اور تم کو نئی زندگی کا سربراہ کار بنانے کا آخری

فرمان نافذ کر دیگا تو کسی کی دولت و امارت اس کے آڑے نہ آسکے گی، وہ جب تمہارے حصے میں کامرانی کی صبح مقدر کر دے گا اور تمہاری مزاحمت کرنیوالوں کی جھولی میں نومیدی کی رات ڈال دیگا تو اس انقلاب احوال کو ٹالنا کسی کے بس میں نہ ہوگا تو یہ سارے اختیارات خود اللہ ہی کے قبضے میں ہیں!

اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے دور نہ جائیے، کل کے جرمنی کو پیش نظر رکھ کر سوچئے! — کیا ۱۹۳۹ء سے پہلے کسی کو بھی یہ توقع تھی کہ جرمنی کی عظمت بہت جلد ختم ہو جانے والی ہے؟ کیا کوئی یہ پیشین گوئی کرسکتا تھا کہ جاپان کی سطوت زوال کے سیلاب کی زد میں آچکی ہے؟ کیا ۱۹۳۵ء میں یہ تصور کیا جاسکتا تھا کہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو انگریزی حکومت برّ اعظم ہند سے قطعی طور پر برطرف ہو جائے گی؟ کیا کسی کو یہ اندازہ تھا کہ تقسیم ہند اتنی آسانی سے واقع ہو جائیگی؟ کیا کبھی خضر وزارت کو ۱۹۴۶ء میں اس بات کا شبہ بھی گذرا ہوگا کہ ۱۹۴۷ء میں اس کا وجود حرف غلط کی طرح مٹ جائے گا اور اسکی پشت پناہی کرنیوالی پارٹی کا نام تک لینا پنجاب میں ممکن نہ رہے گا؟ کیا مجلس احرار کو تقسیم سے پہلے یہ گمان ہوسکتا تھا کہ اسے سیاسیات سے دست بردار ہونا پڑیگا؟

یہ سارے واقعات ہمارے سامنے ہوتے ہیں اور آج ان واقعات کے ہو چکنے کے بعد تو ہم ان کی توجیہ آسانی سے کر لیتے ہیں، لیکن ان کے واقع ہونے سے قبل بظاہر ان کے واقع ہونے — اور جلد واقع ہونے — کے بارے میں ہم کبھی تصور نہیں کر سکتے تھے!

تاریخ کے تغیّرات کی یہ اعجوبگیاں بتاتی ہیں کہ یہ سارا انتظام اس ہستی کے ہاتھ میں ہے جس کی تعریف کرنیکے لئے "ھوالقاھر فوق عبادہ" کے الفاظ بہت ہی موزون ہیں۔

پس بندوں کے عارضی اقتدار کے ٹھاٹھ باٹھ سے مرعوب ہونیوالوں کو اپنی توجّہ اس اصل مختار کار کی طرف منعطف کرنی چاہیئے جس نے "تلک الایام نداولھا بین الناس" کا دعوےٰ کیا ہے۔ اس سے معاملہ درست کرنا چاہیئے اور اس کے قوانین کے تقاضوں کو پورا کرنا چاہیئے، پھر بندوں کی کوئی طاقت ایسی نہیں جو دین حق کی تحریک کا راستہ روکنے کے لئے تمہارے آڑے آسکے!

خدا کے دین سے آزاد جو اقتدار بھی پایا جاتا ہے، اس کے وارث خدا کے قوانین کے لحاظ سے اہلِ حق کے مقابلے میں نہائت گھٹیا، نہایت بودی اور ناپائیدار پوزیشن رکھتے ہیں۔ ان کے شان و شوکت کے سارے اسباب اور مظاہرۂ قوت کے جملہ وسائل خود ان کے لئے عذاب بنا دیئے جاتے ہیں، جیسا کہ اصل نفاق کے بارے میں ارشاد ہوا ہے۔

فلا تعجبک اموالهم	(اے نبی!) ان کے مال اور اولاد تم کو مرعوب
ولا اولادهم انما یرید الله	نہ کریں؟ اللہ صرف یہ ارادہ رکھتا ہے کہ
لیعذبهم بها فی الحیوۃ الدنیا	ان کے ذریعے انہیں دنیا کی زندگی میں عذاب
	دے!

ایسے ہی اسلامی تحریک کی مزاحمت کرنے والے کفار کے متعلق فرمایا کہ:

لا یغرنک تقلب الذین	تم کو بستیوں میں ان لوگوں کی چلت پھرت دھوکے
کفروا فی البلاد متاع	میں نہ ڈال دے جنہوں نے انکار کی روش
قلیل ثم ماوٰهم	اختیار کی؟ یہ استفادہ قلیل ہے! پھر
جهنم وبئس المهاد	ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت ہی بری
	منزل گاہ ہے!

اس قسم کی آیات کا منشا یہ واضح کرتا ہے کہ دنیا میں انسانی طاقتوں کی چمک دمک اور ٹھاٹھ باٹھ دیکھ کر یہ سمجھنا کہ براہِ راست اختیار و اقتدار ان کو مل گیا، یا ان کی اجازت لئے بغیر (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کوئی تبدیلی بپا کرنے والا نہیں، یا ان کی قوتیں مشیّت کے فیصلوں کے آگے بند باندھ سکتی ہے، غلط ہے! قوانینِ حق کے تقاضے پورے کرنے والا گروہ جب آگے بڑھتا ہے تو بیاڑ جیسی طاقتیں بھی اس کے سامنے نہیں جم سکتیں!

خدا کی اطاعت میں جو فرد اور جو گروہ کام کر رہا ہے۔ اور جس کا نصب العین رضائے الٰہی ہو اور جو نصرتِ خداوندی کو حاصل کرنے کے تقاضے پورے کر رہا ہو، اس کی نگاہ تو اتنی بلند ہونی

چاہیئے، کہ وہ مقام عبدیت سے جب نیچے کی طرف جھانکے تو اسے فراعنہ اور نماردہ چیونٹیوں کی طرح اور تنکوں کی طرح بے وزن معلوم ہوں ! اتنے علوِ نگاہ کے بغیر خدا کے دین کو غالب کرنے کا بیڑا نہیں اٹھایا جا سکتا۔

پس لوگوں کو چاہیئے کہ وہ اگر واقعی اسلام کے نظام کو قائم کرنے کے حق میں ہیں۔ تو بھڑ دلے پن کو ختم کر دیں اور جھوٹے اقتداروں کی مرعوبیت سے باہر نکلیں اور مایوس ہو کر بیٹھنے کی بجائے اللہ کے ان کم سے کم مطالبات کو پورا کریں جو ایک انقلاب حق کی تکمیل کے لئے ضروری ہیں !

خریداران ترجمان القرآن سے التماس

(۱) چندہ کے منی آرڈر کوپن پر اپنا پورا پتہ صاف اور خوشخط لکھئے۔ (خصوصاً ڈاک خانہ اور ضلع کا نام واضح طور پر درج کیجئے۔) سابق نمبر خریداری بھی تحریر فرمایئے۔

(۲) وقتی طور پر اگر ایک دو ماہ کے لئے پتہ تبدیل کرانا ہو تو براہ کرم اپنے ڈاک خانہ کو نئے عارضی پتہ پر پرچہ (Re-direct) کرنے کی ہدایت کر دیا کیجئے اور مستقل طور پر پتہ بدلنا ہو تو رسالہ کے دفتر کو لکھئے ورنہ بار بار اندراجات کو بدلنے سے دفتر باقاعدگی کو برقرار نہیں رکھ سکتا نیز تبدیلی پتہ کی فرمائش ۲۰ر تاریخ تک دفتر کو پہنچ جانی چاہیئے۔ جس میں پہلا پتہ اور نیا تبدیل شدہ پتہ دونوں نمبر خریداری کے حوالے کے ساتھ درج ہوں۔

(۳) اجرائے رسالہ کے لئے پیشگی چندہ بھیجئے یا وی۔ پی کی اجازت دیجئے۔ قرض یا وعدے پر رسالہ جاری نہیں کیا جاتا ہے (۴) رسالہ ترجمان القرآن کے معاملات میں مرکز جماعت اسلامی کے کسی دوسرے شعبے کو مخاطب نہ کیجئے اور نہ دوسرے شعبوں سے متعلقہ امور ہمارے دفتر کے معاملات میں خلط ملط کر کے لکھئے۔

اگر خدانخواستہ آپ ان گذارشات کو نظر انداز کریں گے تو دفتر کی مجبوراً کوتاہیوں کی ذمہ داری آپ پر ہوگی

(منیجر)